پاکستان کا وہی طبقہ ہے جس کی مثال ''کوا چلا ہنس کی چال، اپنی بھی بھول گیا'' والی ہے۔ اسی طرح ایسی جہادی وفلاحی تنظیمیں جن کا ملک کے اندر عسکریت وشدت پسندی اور دہشت گردی سے کبھی تعلق نہیں رہا مگر اُن کا افغانستان اور کشمیر میں جہاد میں گہرا کردار رہا، کو بھی امریکہ کی ایماء پر ہم نے دہشت گرد تنظیموں میں شامل کر دیا ہے۔

ہمارے ہاں اب افغانستان وکشمیر میں جہاد کرنے والے نوجوان اور پاکستان کے اندر خودکش بمبار کے درمیان کوئی فرق نہیں رہا۔ آج جہاد یا شریعت کا نام نہیں لیا جاسکتا۔ ایسا کرنے والے کو فوری طور پر طالبان اور دہشت گرد یا اُن کا Supported ہونے کا طعنہ دے دیا جاتا ہے۔ دوسری طرف فحاشی وعریانی اپنے عروج پر ہے مگر کوئی پوچھنے والا نہیں۔ فیشن شوز کے نام پر بے حیائی کو فروغ دیا جارہا ہے اور آرٹ اور کلچر کے بہانے مذہبی روایات کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ نام نہاد روشن خیالی کو فروغ دیا جارہا ہے۔ بڑے بڑے ہوٹلوں، ریسٹ ہاؤسز اور بہت سے دوسرے مقامات پر کھلے عام جسم فروشی کا کاروبار چل رہا ہے اور شراب بیچی اور پی جارہی ہے مگر یہاں نہ تو اسلام آباد پولیس اور نہ ہی کوئی صوبائی حکومت کسی قسم کی کوئی کارروائی کررہی ہیں۔ اسٹیج ڈراموں میں فحش ڈانس کھلے عام جاری ہیں جو نوجوان نسل کی تباہی کا باعث بن رہے ہیں مگر یہاں بھی تمام متعلقہ حکومتی محکمے محض تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔

جنرل مشرف کے دور میں متعارف کی گئی روایات کے مطابق اعلیٰ حکومتی تقریبات میں گانے بجانے اور ناچنے نچانے کا دھندا ابھی چلا جارہا ہے۔ ہماری حکومت، ہماری ایجنسیوں اور ہماری پولیس کو اسلامی مجالس اور فکری بیٹھکیں تو گوارا نہیں کیونکہ امریکہ کو یہ سب کچھ ناپسند ہے مگر اُن کو وہ اخلاقی ومعاشرتی دہشت گردی نظر نہیں آتی جو بحیثیت قوم ہمیں تباہی کے دہانے پر لے جارہی ہے۔ شرم وحیاء کے علاوہ ہمارے پاس بچا ہی کچھ نہیں مگر اس کو بھی تباہ کیا جارہا ہے۔ اب جبکہ عملی طور پر آج کا پاکستان ماضی کے پاکستان سے بہت بدل چکا ہے اور کل جو کچھ ہمارا فخر ہوتا تھا آج شرمندگی میں بدلتا جارہا ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی، عوامی نیشنل پارٹی اور متحدہ قومی موومنٹ پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان سے تبدیل کرکے عوامی جمہوریہ پاکستان رکھنے کی تجویز دے رہے ہیں۔ یہ ایک ایسی کوشش ہے جو آئین پاکستان کی اسلامی شناخت کو مجروح کرنے کے علاوہ پاکستان کو باقاعدہ ایک سیکولر ریاست بنانے کی طرف ایک اہم قدم ہوگا۔ روشن خیالی کا نعرہ لگانے والے پہلے ہی ناموسِ رسالت کے قانون کو ختم کرنے اور قادیانیوں کے حق میں آواز بلند کررہے ہیں۔ پاکستان کی بنیادوں کو تبدیل کیا جارہا ہے۔ اس ملک کی اساس کو تباہ کیا جارہا ہے۔ پاکستان کو ایک اور اندلس بنانے کی سازش کی جارہی ہے۔ ہماری پہچان ہم سے چھینی جارہی ہے اور ہمارے بچوں کے مستقبل کو اندھیروں کی طرف دھکیلا جارہا ہے۔ لیکن سب خاموش ہیں۔ کوئی فکر نہیں، کوئی احتجاج نہیں۔ کاش ہم زندہ ہوتے، کاش ہم بے حسی کی اس کیفیت سے آزاد ہوتے۔ کاش......!

سید ذوالکفل بخاری

مولانا محمد ازہر

دنیا میں کون ہے جس کے دل پر کسی کی جدائی کا زخم نہ ہو۔ اپنے وقت پر آنے والی موت کسی استثناء کے بغیر محبوب سے محبوب ہستیوں کو چھین کر تازیست نہ بھرنے والے زخم لگا جاتی ہے۔ اس اٹل حقیقت کو کوئی ڈاکٹر، طبیب، پیر فقیر اور بزرگ تو کجا، نبی بھی مقدم مؤخر نہیں کر سکتے۔ نبی الانبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نواسی کا انتقال اس حال میں ہوا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں تھی اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے (ترجمہ) ''تم جہاں کہیں بھی ہوں گے موت بہر حال آکر رہے گی، خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو'' (النساء:78)

چھوٹے بھائیوں سے زیادہ محبوب، برادرِ عزیز سید ذوالکفل بخاری پاکستان میں نہیں تھے، انہوں نے ''البلد الامین'' مکہ مکرمہ میں داعیِ اجل لبیک کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی وفات کی خبر دل و دماغ پر ایک بجلی بن کر گری اور کچھ وقت کے لیے ہوش و حواس سلامت نہ رہے۔

ابھی چند روز قبل شوال المکرّم میں وہ اپنی نئی جائے تقرر ''جامعہ ام القریٰ'' مکہ مکرمہ کے لیے نہایت مسرت کے ساتھ روانہ ہوئے تھے، اس سے پہلے وہ تبوک (سعودی عرب) کے نواحی شہر املج میں شعبہ تدریس سے وابستہ تھے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ انہیں مکہ مکرمہ میں قیام نصیب ہوتا کہ وہ معاش کے ساتھ ساتھ حرم شریف کے فیوض و برکات سے بھی مالا مال ہوسکیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا پوری کی اور آج سے چھ ماہ قبل ان کا مکہ مکرمہ کی ام القریٰ یونیورسٹی میں انگریزی کے استاذ کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ بیت اللہ کے ساتھ ان کی والہانہ شیفتگی رب البیت کو ایسی پسند آئی کہ انہیں اپنے پاس ہی بلا لیا۔

برادرِ عزیز سید ذوالکفل بخاری کو حق تعالیٰ شانہ نے متنوع صفات و کمالات اور خوبیوں سے نوازا تھا، وہ خانوادۂ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے گل سر سبد تھے۔ ان کے والدین، اعزہ اور احباب و رفقاء کو ان سے بڑی توقعات تھیں کہ یہ نوجوان اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے اسلاف کی یاد تازہ کریں گے مگر افسوس کہ درخشید و لے شعلۂ مستعجل بود۔

سید ذوالکفل بخاری کے والد محترم پروفیسر سید محمد وکیل بخاری ایک طویل عرصہ تک جامعہ خیر المدارس ملتان میں کرایہ کے مکان میں رہائش پذیر رہے۔ مرحوم سید ذوالکفل بخاری ان دنوں نوعمر تھے اور غالباً ہائی سکول میں زیر تعلیم تھے۔

اپنے معمولات سے فارغ ہو کر وہ اکثر دفتر ''الخیر'' آجاتے اور اخبارات کے علاوہ دینی جرائد و رسائل کا مطالعہ کرتے رہتے۔ اس دوران ان کی گفتگو کا سلسلہ بھی جاری رہتا، جو بالعموم دینی موضوعات، علم و ادب، سیاسیات یا دینی جرائد میں شائع ہونے والے بعض مضامین کے حوالے سے ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی نوعمری کے باوجود ہر موضوع پر اپنی عمر سے کہیں زیادہ بہتر اور علمی گفتگو کرتے۔ انھیں اکابر علمائے دیوبند کے مزاج، مسلک، دینی خدمات اور علمی تحقیقات کے متعلق قابل رشک حد تک معلومات تھیں۔ انھوں نے اپنے نانا امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا زمانہ تو نہیں پایا، مگر اپنے بڑے ماموں جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری سے انھیں اکتسابِ فیض کا خوب موقع ملا۔

سید ابو ذر بخاری شعر و ادب، تصنیف و تالیف، وعظ و خطابت، درس و تدریس، سلوک و تصوف اور تعلیم و تربیت کے شعبوں میں مقامِ اختصاص و امتیاز پر فائز تھے۔ مذہب، تاریخ، ملک اور سیاست کے حوالے سے مولانا سید ابو ذر بخاری کا مطالعہ قابل رشک اور حیرت انگیز تھا۔ برادر عزیز سید ذوالکفل بخاری کو بچپن سے عہدِ شباب تک ان سے خوب خوب فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ اصل علم وہ ہے جو اہل علم کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے اور سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتا ہے، اس اصول کے تحت سید ذوالکفل بخاری ضابطے کے عالم نہ ہونے کے باوجود حقیقتاً ''عالم'' تھے۔ ادب، مذہب، فلسفہ، شاعری، تنقید اور سیاست پر گفتگو کرتے ہوئے کبھی احساس نہیں ہوا کہ ذوالکفل بخاری کی معلومات فلاں موضوع پر سطحی یا سرسری ہیں۔

راقم الحروف سے مرحوم کا تعلق برادرانہ، عزیزانہ، دوستانہ، محبانہ اور بے تکلفانہ تھا۔ وہ جب سے تدریس کے سلسلہ میں سعودی عرب گئے، پاکستان آمد کے موقع پر اطلاع دیتے۔ اگر مجھے حاضری میں دیر ہو جاتی تو خود آجاتے۔ مولانا نجم الحق (ناظم اعلیٰ خیر المدارس) اور مولانا عبد المنان (خازن خیر المدارس) بھی تشریف لے آتے۔ اس مجلس کے روحِ رواں اور میرِ محفل برادر عزیز سید ذوالکفل بخاری ہوتے۔ ان مجلسوں کی یاد سے اب دل میں ہوک اٹھتی ہے اور یہ دعا کہ حق تعالیٰ شانہ مرحوم کو جنت میں درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔

ان کی رحلت کا صدمہ تا زیست رہے گا لیکن مکہ مکرمہ سے ان کے سفرِ آخرت کی جو تفصیلات ملی ہیں انہوں نے زخم پر گویا مرہم رکھ دیا ہے۔ مرحوم سید ذوالکفل بخاری کی نماز جنازہ حرم شریف میں لاکھوں مسلمانوں نے ادا کی اور انہیں جنۃ المعلیٰ کی مقدس خاک اور سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قدمین شریفین میں آسودۂ خاک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

مرحوم کی وفات ٹریفک حادثہ میں ہوئی، جب وہ یونیورسٹی سے تدریس کے بعد گھر آ رہے تھے۔ سر میں شدید چوٹ لگنے کے باوجود وہ آخری لمحے تک ہوش و حواس میں رہے اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر باآواز بلند کلمہ شہادت پڑھتے رہے۔ جن افراد نے یہ منظر دیکھا ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ یہ نوجوان کسی شریف اور نیک خاندان کا فرزند معلوم ہوتا ہے۔ ہوش و حواس کے عالم میں اس جہانِ رنگ و بو میں برادر عزیز سید ذوالکفل بخاری کا آخری عمل حق